Lesson 3: Al-An'aam (Ayaat 40 - 59): Day 10

سُوۡرَةُ الاۡنعَام کی تفسیر

اللہ تعالیٰ ہدایت کے لئے نبی اور پیغمبر بھیجتے ہیں۔ نرم دِل والے لوگ اللہ کی کتاب اور معجزات و دلائل دیکھ کر مان لیتے ہیں۔ دوسرے درجے پر اُن کو تکالیف اور پریشانیاں دی جاتی ہیں تاکہ وہ نافرمانیاں اور سرکشی چھوڑ کر اللہ اور رسول کی اطاعت کریں۔ اس پر بھی وہ نہ مانیں تو تیسرے درجے پر اُن پر رزق کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

آپ ایک سلسلہ Chain دیکھ سکتے ہیں کہ جب لوگ اللہ کی رہنمائی سے فائدہ نہیں اُٹھاتے، پھر غم اور پریشانی آتی ہے۔ انسان کا دِل اللہ کی طرف جھکتا ہے، توبہ کرتا ہے، اللہ سے مدد مانگتا ہے تو پھر ہدایت ملنے کے مواقع بھی مل جاتے ہیں۔

لیکن اگر انسان غم سے سبق نہیں سیکھتا تو پھر اُس کو مال اور خوشیاں دی جاتی ہیں۔ پھر خوشیوں کی آزمائش آتی ہے۔ یہ زیادہ مشکل آزمائش ہے کیونکہ پھر بہت کم لوگوں کو سمجھ آتی ہے کہ وہ کیا غلط یا صحیح کر رہے ہیں۔

ہم سب کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنا اور اپنے اِرد گرد کا جائزہ لینا چاہیئے۔ کہ کسی قوم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ کیسا ہے؟

اگلی چند آیات میں وضاحت کی ضرورت نہیں۔ اپنے شعور کو بیدار کر کے آیات کو سمجھیں۔ اگلی آیات میں اللہ تعالیٰ کچھ سوالات کر رہے ہیں۔ ہم میں سے ہر کوئی یہ سوچے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے یہ سوال کر رہے ہیں۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ﴿۴۶﴾

(ان کافروں سے) کہو کہ بھلا دیکھو تو اگر خدا تمہارے کان اور آنکھیں چھین لے اور تمہارے دلوں پر مہر لگادے تو خدا کے سوا کون سا معبود ہے جو تمہیں یہ نعمتیں پھر بخشے؟ دیکھو ہم کس کس طرح اپنی آیتیں بیان کرتے ہیں۔ پھر بھی یہ لوگ روگردانی کرتے ہیں (۴۶)

یعنی غور کرو۔ دوسروں سے نصیحت لو۔ یعنی چاہے کان اور آنکھیں ہیں لیکن حق کو قبول کرنے کی استطاعت نہ ہو۔ لوگ پھر بھی ہدایت سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ مکہ کے مشرکین اللہ کے نبیؐ سے عجیب سوالات کرتے تھے۔ معجزات مانگتے تھے۔ اُن سے کیا جارہا ہے کہ تمہاری آنکھیں، کان اور دِل اللہ کی نعمتیں ہیں۔ وہ جب چاہے واپس لے لے۔

ہم اپنے اِرد گرد بھی ہم ایسے لوگ دیکھتے ہیں۔ جن کے کان اور آنکھیں ہیں لیکن تدبّر نہیں کرتے۔ اللہ کی آیات کو جھٹلاتے ہیں۔

اللہ کے نبیؐ ایک دُعا کیا کرتے تھے (خلاصہ) کہ یا اللہ اپنی نعمتوں کو میرا وارث کرنا۔ یعنی میری یہ نعمتیں میرے بعد بھی رہیں۔ میرے حق میں حجت ہوں۔ میری زندگی میں مجھ سے مت واپس لینا۔

اپنا جائزہ لیں کہ ہم اللہ کی اِن نعمتوں کو کیسے استعمال کرتے ہیں؟

اس آیت کو کہیں سامنے لکھ کر لگالیں اور یہ سوچیں کہ میں اللہ کی اِن نعمتوں کو اللہ کی فرمانبرداری میں استعمال کرونگی۔ انشاءاللہ

کچھ عرصہ پہلے سعودی عرب کے ایک علاقے میں لوگ رات کو سوئے صبح اُٹھے تو کافی لوگوں کی آنکھوں کی بینائی جا چکی تھی۔ ثابت یہی ہوتا ہے کہ سب نعمتیں اللہ کی ہیں وہ جب چاہے واپس لے لے گا۔

اِس آیت میں یہی بتایا گیا ہے کہ بجائے معجزے مانگنے کے اللہ سے نیکیوں کی توفیق مانگو۔

یعنی اللہ کی بات سُن کر بھی دُور رہتے ہو۔

"۔۔ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ۔" آپ یہ دیکھیں کہ قرآن کے بیان کرنے کا انداز بہت خوبصورت ہے، بات کو مختلف طرح سے سمجھا کر بیان کیا جاتا ہے۔ کئی دفعہ ایک ہی بات کسی دوسرے طریقے اور زاویئے سے سمجھائی جاتی ہے۔ یعنی اللہ کے بیان میں تنوّع ہے۔ انسان کو بوریت نہیں ہوتی۔ کبھی دِل نہیں بھرتا۔ جتنی دفعہ آپ سُنتے ہیں آپ کو وہی بات کسی اور طرح سے سمجھ آتی ہے۔

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۷﴾

کہو کہ بھلا بتاؤ تو اگر تم پر خدا کا عذاب بے خبری میں یا خبر آنے کے بعد آئے تو کیا ظالم لوگوں کے سوا کوئی اور بھی ہلاک ہو گا؟ (۴۷)

جب بھی لوگ اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں اور پھر اُن پر کوئی عذاب آتا ہے تو کیونکہ وہ اللہ کے کلام سے دُور ہو چکے ہوتے ہیں تو وہ مصیبت اُن کو اچانک آئی لگتی ہے۔ جب انسان ذہنی طور پر تیار نہیں ہوتا تو اُس کو وہ مشکل زیادہ محسوس ہوتی ہے۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ انسانوں کی اکثریت اللہ کی کتاب کو سمجھتے نہیں اور اس سے ہدایت نہیں لیتے۔ تو کل قیامت کے دِن اُن کی جب پکڑ ہو گی تو وہ یہی سمجھیں گے کہ یہ تو اچانک سب کچھ ہو رہا ہے۔ وہ پہلے سے تیار نہیں ہونگے۔

مثال: جیسے اگر لوگ آنے والے سیلاب کے لئے تیار نہیں ہونگے تو کچھ تیاری نہیں کی ہو گی۔

اگر ہم آج تیاری کرینگے تو پہلے سے فکر کرینگے۔ آخرت کے لئے کچھ نیکیاں کرنے کی کوشش کرینگے۔

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۴۸﴾

اور ہم جو پیغمبروں کو بھیجتے رہے ہیں تو خوشخبری سنانے اور ڈرانے کو پھر جو شخص ایمان لائے اور نیکوکار ہو جائے تو ایسے لوگوں کو نہ کچھ خوف ہو گا اور نہ وہ اندوہناک ہوں گے (۴۸)

رسولوں کی آمد کا مقصد معجزے دکھانا نہیں ہے۔ بلکہ تمہیں ہدایت دِکھانا ہے اور اللہ کے احکام تم تک پہنچا دینا ہے۔ یہاں مقصدِ نبوت بتایا جا رہا ہے۔ کہ ہم دعا کریں اور توفیق مانگیں کہ وہ کام کریں جس سے ہمیں نبیوں کی خوشخبریاں ملیں۔ اور اُن کاموں سے دُور ہو جائیں جن سے رسولؑ ہمیں ڈراتے ہیں۔

یعنی معجزوں کی بات چھوڑو۔ دِل سے ایمان لے آؤ۔ اور نیک اعمال کرو۔ جس کا عقیدہ صحیح ہے اور اعمال نیک ہو گئے وہی اصل میں کامیاب ہے۔ ہر دَور میں کامیابی کا یہی نسخہ ہے۔ ہر نبیؑ نے یہی پیغام دیا کہ ایمان لاؤ اور اپنے علم کو اللہ کی کتاب کو اپنے عمل میں لے آؤ۔

مثال: جیسے جب تک ایک سوئچ میں سے منفی اور مثبت دو تاریں نہیں گزریں گی اُس وقت تک بجلی نہیں آئے گی۔

جو لوگ صحیح عقیدے کے بغیر اور ایمان لائے بغیر جتنے مرضی نیک کام کریں قبول نہیں ہونگے۔ اور اگر کوئی ایمان تو لے آیا لیکن کوئی نیک عمل نہ کیا تو بھی خسارے میں ہے۔ کامیابی اور فلاح کے لئے ایمان لانا اور نیک عمل کرنا لازم ہیں۔

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۴۹﴾

اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ان کی نافرمانیوں کے سبب انہیں عذاب ہو گا (۴۹)

جس نے دین پر عمل نہ کیا۔ اللہ کی آیات کی تکزیب کی تو اُس کو عذاب ملے گا۔

جس پر عذاب آتا ہے تو وہ اُس کی اپنی نافرمانیوں کی وجہ سے آتا ہے۔ عملِ صالح کریں اور اللہ سے ڈریں۔ پھر انسان اللہ کے عذاب سے بچ سکتا ہے۔

سورۃ الانعام اور سورۃ بنی اسرائیل ایک ہی دَور ہی کی ہیں۔ کہ مشرکین بار بار معجزے مانگتے تھے۔

وہ تین معجزے مانگتے تھے کہ یا تو ہمیں خزانے دکھائیں؟ یا ہمیں مستقبل کی خبریں دیں کہ کونسی فصل اچھی ہو گی وغیرہ۔ اور تیسرا یہ کہ آپ تو ہماری طرح انسان ہیں بازاروں میں پھرتے ہیں۔ اُس کا جواب دیا جارہا ہے؛

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ ؕ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَ الْبَصِیْرُ ؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۵۰﴾

کہہ دو کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ (یہ کہ) میں غیب جانتا ہوں اور نہ تم سے یہ کہتا کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف اس حکم پر چلتا ہوں جو مجھے (خدا کی طرف سے) آتا ہے۔ کہہ دو کہ بھلا اندھا اور آنکھ والے برابر ہوتے ہیں؟ تو پھر تم غور کیوں نہیں کرتے (۵۰)

یہاں اللہ کے نبیؐ کے بارے میں بتا دیا گیا کہ وہ بشر تھے۔ اُن کے پاس غیب کا علم نہیں تھا۔ ایک تو کفارِ مکہ کی آنکھوں میں دُنیا بسی تھی۔ وہ دنیاوی باتیں ہی کرتے تھے۔ وہ دولت مند ہونا چاہتے تھے۔ اپنے آپ کو بڑا بنانے کا جزبہ تھا۔ اپنی بیٹیوں کو قتل کرتے تھے۔ زنا اور بدکاری کرتے۔ راہزنی اور چوریاں کرتے تھے۔ اُس ماحول میں اللہ کے نبیؐ آئے تو اُن کو خوشحالی کی فکر تھی۔

جس کا دِل ہدایت چاہتا ہے۔ وہ غریبی اور امیری نہیں دیکھتا۔ بلکہ ہدایت قبول کر لیتا ہے۔

اپنے غلط رویوں کی وجہ سے وہ لالچ کی باتیں کرتے۔ اللہ کے نبیؐ سے فرمایا گیا کہ آپؐ اِن کو بتا دیں کہ اللہ کے نبیؐ اللہ سے مِلاتے ہیں۔ نیکی اور تقویٰ سکھانے آتے ہیں۔

"اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ" کیا تمہیں سمجھ نہیں آتی؟

یعنی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بھی اندھے بنے ہوئے ہو؟

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿٥١﴾

اور جو لوگ جو خوف رکھتے ہیں کہ اپنے پروردگار کے روبرو حاضر کئے جائیں گے (اور جانتے ہیں کہ) اس کے سوانہ توان کا کوئی دوست ہو گا اور نہ سفارش کرنے والا، ان کو اس (قرآن) کے ذریعے سے نصیحت کر دو تاکہ پرہیز گار بنیں (۵۱)

جس کو اللہ سے ڈر ہو گا۔ جس کو آخرت کو خوف ہو گا۔ جس کے اندر تقویٰ ہو گا صرف وہی فکر کرے گا۔یعنی دعوت سب کو دینی ہے۔ لیکن ڈریں گے وہی جو ہدایت لینا چاہتے ہیں۔

وَاَنْذِرْ بِهِ: یعنی قران کی بات: تبلیغ کا بہترین نقطہ یہی ہے کہ قران کو سِکھانا چاہئیے۔

لوگ قران سے جُڑیں گے تو پھر ہی ڈریں گے اور پھر ہی ہدایت پائیں گے۔

ایک سوچ یہ ہے کہ ثواب سمجھ کر قرآن دوسروں تک پہنچاتے ہیں۔ اُس سے کیا ہوتا ہے؟

1. پھر آپ کو یہ فکر لگ جاتی ہے کہ کتنے لوگوں نے بات سُنی یا مانی۔ پھر آپ کو اپنے ثواب کی فکر ہو گی۔یعنی Quantity
2. اگر لوگ کم ہوئے تو پھر دَرس میں آپ کا دِل نہیں لگے گا۔ آپ چاہیں گے کہ بڑا سارا گروپ آپ کے سامنے بیٹھا ہو۔

3. آپ کا انداز تحکمانہ ہو جائے گا۔لوگو نیکیاں کرو۔یہ کرو، وہ کرو۔یعنی میرے لئے صدقۂ جاریہ بن جاؤ۔انسان یہ چاہنے لگتا ہے کہ لوگ اُس کی وجہ سے نیکیاں کریں تا کہ اُسے ثواب ہو۔
4. پھر جب آپ کی دعوت پر کم لوگ آئیں گے تو اپنے آپ کو محروم سمجھیں گے۔میرا اَجر ضائع ہو گیا۔

اس سے آپ دنیا میں ہی اپنے اَجر اور ثواب کا حساب لگانے لگتے ہیں۔لوگوں کی خیر خواہی نظر میں کم ہوتی ہے۔

اسی بات کو دوسری زاویے سے دیکھتے ہیں؛

1) آپ اللہ کا پیغام دوسروں تک پہنچاتے ہیں کہ شاید یہ سنبھل جائیں۔شائد اللہ سے ڈر جائیں۔ ان کو سمجھ آجائے۔
2) آپ گھر سے یہ سوچ لے کر جائیں کہ اللہ کرے یہ بچ جائیں۔تو پھر آپ کے انداز میں ہمدردی ،خلوص اور محبت آئے گی۔
3) آپ اپنی بات آسان لفظوں میں کرینگے۔تا کہ لوگوں کو بات سمجھ آجائے۔
4) آپ کی کوشش کے باوجود اگر لوگ کم آئے تو آپ اُسی کو کافی سمجھیں گے۔آپ کو اپنی ذات سے زیادہ دوسروں کی فکر ہے کہ کوئی ایک تو بچ جائے۔کوئی تو ڈر جائے کوئی تو ہدایت پر آجائے۔

اللہ کے نبیؐ نے فرمایا کہ اگر تمہاری وجہ سے ایک بندے کو بھی ہدایت مل جائے تو وہ تمہارے لئے سُرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

نتیجہ کیا ہے؟ کہ ایسا شخص لوگوں کو صحیح راستے پر لانے کی کوشش کرتا ہے۔ ایسا شخص اللہ سے دعائیں کرتا کہ یا اللہ میں تو صرف تجھ کو راضی کرنا چاہتا ہوں اور تیرے بندوں کی خیر خواہی کرنا چاہتا ہوں۔ ہدایت دینے والا تو ہے یا اللہ اِن کو ہدایت عطا فرما۔

پھر یہ اللہ کے خزانوں کا مالک صرف اللہ ہے۔

فارسی زبان میں خزانے بانٹنے والے کو گنج بخش کہتے ہیں۔ خزانے بانٹنے والا انسان کیسے ہو سکتا ہے؟

صرف اللہ ہی ہر چیز کا مالک ہے۔ کوئی نبی یا رسول تک بھی خزانے نہیں بخش سکتے تھے۔

اگلی بات یہ کہ انسانوں کی ہدایت کے لئے نبی اور رسول بھی انسان ہی آئے تھے۔ ہمارے سمجھنے کی بات یہ ہے کہ دیندار لوگ بھی انسان ہیں۔ وہ بھی اچھے ہوٹل یا ریسٹورنٹ میں کھانا کھا سکتے ہیں۔ اچھی گاڑی رکھ سکتے ہیں۔ بچوں کو پارک لے کر جا سکتے ہیں۔ کوئی شادی میں بھی شرکت کر سکتے ہیں۔ وہ انسان ہیں۔ انسانوں جیسے ہی کام کرینگے۔

یہی بات تو مکہ کے مشرکین کہتے تھے کہ یہ کیسا نبی ہے جو بازاروں میں پھرتا ہے ہماری طرح کھاتا پیتا ہے۔ بیوی بچوں والا ہے۔ وہ دراَصل ہمارے لئے رول ماڈل تھے۔ کہ کیسے دُنیا میں رہتے ہوئے اپنی زندگی اللہ کی فرمانبرداری میں گُزارنی ہے۔

حلال رزق کمانا تو عبادت ہے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ فلاں مولوی تو کاروبار کرتا ہے۔

ہمیں اس طرح کی کوئی بات نہیں کرنی کیونکہ اگر کوئی دیندار ہے اور اچھا کاروبار اللہ کی حدود میں رہتے ہوئے کرتا ہے تو یہ تو اچھی بات ہے۔

دیندار فرشتے نہیں ہیں۔ وہ بھی انسان ہیں۔

دین معجزات سے آگے نہیں پھیلتا۔

انبیا کرامؑ کے سامنے تین طرح کے لوگ ہوتے تھے۔ اور آج کے مبلغین اور دین کے داعیوں کے سامنے بھی تین قسم کے لوگ ہیں۔

1. جس کے دِل میں اللہ کا خوف / تقویٰ ہے۔ جیسے ہی اللہ کی بات سُنتے ہیں۔ دین کی طرف آ جاتے ہیں۔ یہ خوف اُن کو مبارک ہو۔
2. دوسرے متردّد لوگ۔ شک والے۔ کبھی مان لیتے ہیں کبھی سوچ میں پڑ جاتے ہیں۔ کبھی دین پر چل پڑے کبھی رُک گئے۔ کبھی اِدھر کی بات سُن لی کبھی اُدھر کی۔
3. یہ وہ لوگ جو دِل کے سخت لوگ ہیں۔ جو پہلے سے سوچ کر بیٹھے ہیں کہ اپنی مرضی کرنی ہے۔

اللہ تعالیٰ یہاں فرماتے ہیں کہ بے خوف دِل والے لوگ بنجر زمین کی طرح ہیں۔ جہاں ہدایت کا پودا نہیں لگتا۔

اللہ کا خوف دِل کی زمین کو نرم کر دیتا ہے۔ پھر وہاں تقویٰ کا بیج بوئیں تو ہدایت کا پودا اُگتا ہے۔ پھر نیک اعمال سے اُس پر پھل پھول لگتے ہیں۔

ضرورت اس بات ہے کہ نئے آنے والوں کے ساتھ نرم انداز سے بات کی جائے۔ اُن سے ہمدردی کی جائے۔ اُن کا دِل موہ لیا جائے۔ جب دُنیا کا خوف کم ہو جائے تو اللہ کا خوف بڑھ جاتا ہے۔

ایسے لوگوں کو اللہ کی طرف بلانا آسان ہو جاتا ہے۔